QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اسلام کی تبلیغ میں خواتین کا کردار: ایک تحقیقی جائزہ

The Role of Women in the Propagation of Islam: A Research Study

Hafiz Abu Bakar Idrees
MPhil, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
Email: h.abubakaridrees47@gmail.com
Sajda Kosar
MPhil, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan, Pakistan.
Email: ch7763985@gmail.com
Dr. Uzma Bashir
PhD, Department of Islamic Studies, IUB, Bahawalpur, Pakistan.
Email: uzmabashir233@gmail.com

Abstract

Women have played a significant and multidimensional role in the propagation, preservation, and advancement of Islam from the earliest periods of religious history to the development of Muslim society. This study examines the contribution of women to the dissemination of Islamic teachings through a historical, analytical, and descriptive approach. It begins by exploring exemplary women associated with the foundations of faith, sacrifice, and steadfastness, particularly Āsiyah, Hājar, and Sumayyah (RA), whose lives represent courage, devotion, and perseverance in the face of severe trials. The study subsequently analyzes the Prophetic period, highlighting the remarkable contribution of Khadījah (RA) in supporting the Prophet Muhammad ﷺ emotionally and financially and the scholarly and educational legacy of ʿĀʾishah (RA). It further examines the broader participation of female Companions in religious learning, social welfare, worship, and the transmission of Islamic knowledge. The research argues that Islamic teachings established women's religious and moral agency and provided opportunities for meaningful participation in the intellectual, spiritual, and social development of the Muslim community. The historical record demonstrates that Muslim women were not merely passive recipients of religious instruction; rather, they actively contributed as supporters, educators, transmitters of knowledge, and agents of social reform. The study concludes that the historical contributions of Muslim women provide an important framework for understanding their constructive role in contemporary Islamic daʿwah while maintaining the ethical principles and values prescribed by Islam.

***Keywords**: Women, Islamic Daʿwah, Propagation of Islam, Female Companions, Islamic History, Religious Education, Social Contribution*

تعارفِ موضوع

اسلام کی دعوت و تبلیغ کی تاریخ میں خواتین کی خدمات ایک اہم اور قابلِ تحقیق موضوع ہے۔ اسلامی تعلیمات نے عورت کو محض خاندانی زندگی کا حصہ قرار دینے کے بجائے اسے ایمان، علم، اخلاق، دعوت اور اصلاحِ معاشرہ کی ذمہ داریوں میں شریک کیا۔ قرآنِ مجید نے سابقہ امتوں کی بعض عظیم خواتین کے ایمان، استقامت اور قربانی کو بطور نمونہ پیش کیا، جبکہ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین نے قبولِ اسلام، نصرتِ رسول ﷺ، مالی تعاون، ہجرت، تعلیم و تعلم، روایتِ حدیث اور معاشرتی خدمت کے ذریعے اسلامی دعوت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ابتدائی نصرت اور مالی معاونت، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی راہِ حق میں عظیم قربانی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی و تعلیمی خدمات اس تاریخی کردار کی روشن مثالیں ہیں۔ بعد کے ادوار میں بھی مسلم خواتین نے دینی علوم کی تدریس، حدیث کی روایت، تربیتِ نسل اور سماجی اصلاح کے ذریعے اسلامی علمی و دعوتی روایت کو آگے بڑھایا۔ زیرِ نظر تحقیق کا بنیادی مقصد خواتین کی انہی دعوتی، علمی، روحانی اور سماجی خدمات کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ لینا، ان کے تاریخی اثرات کو واضح کرنا اور یہ متعین کرنا ہے کہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں عصرِ حاضر کی مسلم خواتین دعوت و اصلاحِ معاشرہ میں کس طرح مؤثر اور مثبت کردار ادا کر سکتی ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مبحث اول: اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں خواتین کا ابتدائی کردار

اسلامی تصورِ دعوت میں خواتین کا کردار عہدِ نبوی ﷺ سے اچانک شروع نہیں ہوتا، بلکہ قرآنِ مجید سابقہ اقوام کی ایسی صالح خواتین کے واقعات بھی بیان کرتا ہے جنہوں نے ایمان، توکل، قربانی اور حق پر ثابت قدمی کی غیر معمولی مثالیں قائم کیں۔ حضرت آسیہ علیہا السلام کا جابر فرعونی ماحول میں ایمان پر قائم رہنا اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اس تاریخی تسلسل کے نمایاں مظاہر ہیں۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد یہی ایمانی استقامت حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جیسی صحابیات کے کردار میں سامنے آئی، جنہوں نے شدید ظلم و اذیت کے باوجود اسلام سے وابستگی ترک نہ کی۔ ان خواتین کی خدمات کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ دعوتِ دین صرف تقریر یا براہِ راست تبلیغ تک محدود نہیں، بلکہ بعض اوقات ثابت قدمی، قربانی، عملی کردار اور حق کی خاطر مصائب برداشت کرنا بھی دعوت کا مؤثر ترین ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس مبحث میں انہی تاریخی نمونوں کی روشنی میں اسلام کی اشاعت اور دینی اقدار کے تحفظ میں خواتین کے ابتدائی کردار کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

1۔ حضرت آسیہ علیہا السلام کا استقامت، ایمان اور فرعون کے مقابل حق گوئی کا کردار

حضرت آسیہ علیہا السلام کا کردار قرآنِ مجید میں ایمان اور استقامت کی ایک غیر معمولی مثال کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ فرعون جیسے سرکش حکمران کے گھر اور اقتدار کے ماحول میں رہنے کے باوجود اس کے باطل دعووں سے متاثر نہ ہوئیں۔ قرآنِ مجید نے ان کے ایمان کو بعد میں آنے والے اہلِ ایمان کے لیے مثال قرار دیتے ہوئے ان کی دعا نقل کی ہے:

﴿وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱمۡرَأَتَ فِرۡعَوۡنَ إِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ٱبۡنِ لِي عِندَكَ بَيۡتًا فِي ٱلۡجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِهِۦ وَنَجِّنِي مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾[1]

ترجمہ: ”اور اللہ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، جب اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔“

اس آیت میں حضرت آسیہ علیہا السلام کو صرف خواتین کے لیے نہیں بلکہ تمام اہلِ ایمان کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کا طرزِ عمل اس حقیقت کی نمائندگی کرتا ہے کہ دعوت و ایمان کی حقیقی قوت سیاسی اقتدار یا مادی وسائل کی محتاج نہیں ہوتی۔ ایک عورت انتہائی جابرانہ نظام کے اندر رہتے ہوئے بھی باطل سے قلبی و عملی براءت اختیار کر کے حق کی گواہی دے سکتی ہے۔ حضرت آسیہ علیہا السلام کی دعا میں دنیاوی محل اور شاہانہ آسائشوں کے مقابل اللہ تعالیٰ کے قرب اور جنت کے گھر کو ترجیح دینے کا تصور نمایاں ہے۔ ان کی استقامت خواتین کے دعوتی کردار کی اس بنیادی جہت کو واضح کرتی ہے کہ مضبوط ایمان اور عملی ثابت قدمی بذاتِ خود حق کی مؤثر شہادت اور دعوت بن سکتی ہے۔

2۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی قربانی اور مکہ مکرمہ کی آبادکاری میں کردار

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی حیاتِ مبارکہ توکل علی اللہ، صبر، قربانی اور عملی جدوجہد کا غیر معمولی نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑا۔ قرآنِ مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو نقل کرتا ہے:

﴿رَّبَّنَآ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجۡعَلۡ أَفۡـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهۡوِيٓ إِلَيۡهِمۡ وَٱرۡزُقۡهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُونَ﴾[2]

ترجمہ: ”اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں آباد کیا ہے جس میں کوئی کھیتی نہیں، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں؛ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار ہوں۔“

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا واقعہ اس امر کی نمایاں مثال ہے کہ ایک عورت کی ایمانی استقامت اور عملی جدوجہد کس طرح ایک عظیم دینی و تمدنی تاریخ کی بنیاد بن سکتی ہے۔ جب پانی ختم ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بے قرار ہوئے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے محض انتظار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ صفا اور مروہ کے درمیان مسلسل کوشش کی۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفصیلی روایت کے مطابق وہ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ آئیں اور گئیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے زمزم کا چشمہ جاری فرما دیا۔[3]

یہ واقعہ توکل اور جدوجہد کے باہمی تعلق کو نہایت واضح انداز میں پیش کرتا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد تھا، لیکن اس اعتماد نے انہیں اسباب اختیار کرنے سے بے نیاز نہیں کیا۔ ان کی سعی ایک ماں کی اولاد کے لیے جدوجہد ہونے کے ساتھ ایسا تاریخی عمل بھی بن گئی جسے بعد میں حج و عمرہ کے مستقل شعائر میں شامل کر دیا گیا۔ قرآنِ مجید فرماتا ہے:

﴿إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِۖ فَمَنْ حَجَّ ٱلْبَيْتَ أَوِ ٱعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَاۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ ٱللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾[4]

ترجمہ: ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی حرج نہیں کہ ان دونوں کا طواف (سعی) کرے، اور جو خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ قدر دان، خوب جاننے والا ہے۔''

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یہ قربانی خواتین کے دینی کردار کی ایک منفرد جہت سامنے لاتی ہے۔ ان کی جدوجہد کا اثر محض ان کی ذاتی زندگی تک محدود نہیں رہا بلکہ زمزم، مکہ مکرمہ کی آبادکاری اور سعیِ صفا و مروہ کے ذریعے امتِ مسلمہ کی مذہبی تاریخ کا دائمی حصہ بن گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خواتین کی ایمانی قربانیاں اور عملی خدمات بعض اوقات ایسی تاریخی تاثیر پیدا کرتی ہیں جو نسلوں اور صدیوں تک دینی شعور اور عبادت کا حصہ بنی رہتی ہیں۔

3۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شہادت اور ابتدائی اسلامی دعوت میں خواتین کی قربانیاں

اسلامی دعوت کے ابتدائی مکی دور میں اہلِ ایمان کو شدید مخالفت، سماجی مقاطعہ، جسمانی اذیت اور ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ خصوصاً وہ مسلمان جو کسی مضبوط قبائلی حمایت سے محروم تھے، مشرکینِ مکہ کے ظلم کا زیادہ نشانہ بنے۔ انہی عظیم شخصیات میں حضرت سمیہ بنت خیاط رضی اللہ عنہا نمایاں ہیں۔ وہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ خاندانِ یاسر نے اسلام قبول کرنے کے بعد غیر معمولی مصائب برداشت کیے، لیکن سخت ترین آزمائشوں کے باوجود اپنے ایمان سے دست بردار نہ ہوئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاندانِ عمار کے پاس سے گزرے جبکہ انہیں اذیت دی جا رہی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَبْشِرُوا آلَ عَمَّارٍ وَآلَ يَاسِرٍ، فَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ»[5]

ترجمہ: ''اے آلِ عمار اور آلِ یاسر! خوش ہو جاؤ، بے شک تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔''

یہ نبوی بشارت خاندانِ یاسر کی استقامت اور قربانی کی عظمت کو نمایاں کرتی ہے۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے جسمانی اذیت اور جان کے خطرے کے باوجود ایمان سے دست برداری قبول نہیں کی۔ ان کی ثابت قدمی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی اسلامی دعوت کی کامیابی میں صرف دعوتی خطابات اور علمی استدلال ہی مؤثر نہیں تھے، بلکہ مظلوم اہلِ ایمان کا کردار، صبر اور عقیدے کے لیے جان قربان کرنے کا جذبہ بھی اسلام کے حق ہونے کی عملی شہادت بن گیا تھا۔

سیرت نگار ابن اسحاق حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ذکر کرتے ہیں:

«وَكَانَتْ سُمَيَّةُ أُمُّ عَمَّارٍ سَابِعَ سَبْعَةٍ فِي الْإِسْلَامِ»[6]

ترجمہ: ''عمار کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام قبول کرنے والے ابتدائی سات افراد میں شامل تھیں۔''

یہ تاریخی روایت حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے مقام کو مزید نمایاں کرتی ہے۔ انہوں نے ایسے وقت میں اسلام قبول کیا جب مسلمان تعداد اور مادی طاقت دونوں اعتبار سے کمزور تھے اور قبولِ اسلام کا مطلب شدید معاشرتی اور جسمانی آزمائشوں کا سامنا کرنا تھا۔ اس کے باوجود ان کا ایمان متزلزل نہ ہوا۔ بالآخر ابو جہل نے انہیں شہید کر دیا اور یوں وہ اسلامی تاریخ میں راہِ اسلام میں جان قربان کرنے والی اولین شہداء میں نمایاں مقام کی حامل ہوئیں۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شہادت خواتین کے دعوتی کردار کا ایک بنیادی پہلو سامنے لاتی ہے کہ تبلیغ ہمیشہ زبان اور تحریر ہی سے نہیں ہوتی؛ بعض اوقات ایمان پر ثابت قدم رہنا، ظلم کے سامنے حق سے وابستگی برقرار رکھنا اور اپنے عقیدے کے لیے انتہائی قربانی دینا خود ایک مؤثر دعوت بن جاتا ہے۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی استقامت سے آنے والی نسلوں کو یہ پیغام دیا کہ حق کی حفاظت میں عورت بھی اسی طرح عظیم قربانی پیش کر سکتی ہے جس طرح مرد۔ اس اعتبار سے ان کی شہادت ابتدائی اسلامی دعوت کی تاریخ میں خواتین کی ایمانی قوت، استقامت اور عملی قربانی کی روشن مثال ہے۔

مبحث دوم: عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کی دعوتی، علمی اور عملی خدمات

عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین نے اسلام کی دعوت، اس کے تحفظ اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں متنوع خدمات انجام دیں۔ ابتدائی دور میں جب دعوتِ اسلام کو شدید مخالفت کا سامنا تھا، خواتین نے ایمان قبول کرنے کے ساتھ مالی تعاون، اخلاقی حمایت، ہجرت اور مصائب پر صبر کے ذریعے اس دعوت کو تقویت پہنچائی۔ مدنی دور میں ان کا کردار مزید وسیع ہوا اور خواتین نے تعلیم و تعلم، روایتِ حدیث، دینی مسائل کی تفہیم اور معاشرتی خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ خصوصاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ابتدائی نصرت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات اسلامی تاریخ میں خواتین کے دعوتی کردار کے دو اہم پہلو سامنے لاتی ہیں۔ اسی طرح دیگر صحابیات نے دینی تعلیم کے حصول، زخمیوں کی خدمت، خیراتی سرگرمیوں اور اسلامی معاشرے کی فکری و اخلاقی تربیت میں حصہ لیا۔ ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں خواتین کی خدمات محض گھریلو دائرے تک محدود نہ تھیں بلکہ اسلامی دعوت اور تشکیلِ معاشرہ کے مختلف میدانوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔

1۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایمانی، مالی اور دعوتی معاونت

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی شخصیت اسلام کی ابتدائی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ بعثت کے ابتدائی مرحلے میں جب رسول اللہ ﷺ کو وحی کا پہلا تجربہ پیش آیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور آپ کے اعلیٰ اخلاق و کردار کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا۔ صحیح بخاری میں ان کے تاریخی کلمات منقول ہیں:

»كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ«[7]

ترجمہ: ”ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا؛ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے کاموں میں پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی معاونت کرتے ہیں۔“

یہ الفاظ محض ازدواجی تسلی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے کردار، اخلاقی عظمت اور خدمتِ انسانیت کا نہایت بلیغ اعتراف بھی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آغازِ وحی کے حساس ترین مرحلے میں رسول اللہ ﷺ کو جذباتی اور نفسیاتی سہارا فراہم کیا۔ اس کے بعد وہ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تاکہ پیش آنے والے واقعے کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکیں۔ یوں ان کا کردار قبولِ اسلام تک محدود نہیں رہا بلکہ آغازِ نبوت ہی سے نصرتِ رسول ﷺ اور استحکامِ دعوت کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بعد کے زمانے میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نصرت اور وفاداری کو قدر و منزلت کے ساتھ یاد فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

»آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ، وَصَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِيَ النَّاسُ، وَوَاسَتْنِي بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِيَ النَّاسُ«[8]

ترجمہ: ”وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا، انہوں نے میری تصدیق اس وقت کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اور انہوں نے اپنے مال کے ذریعے میری مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا۔“

یہ روایت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دعوتی خدمات کے تین بنیادی پہلو واضح کرتی ہے: ایمان، تصدیقِ رسالت اور مالی معاونت۔ ابتدائی اسلامی دعوت ایسے ماحول میں آگے بڑھ رہی تھی جہاں رسول اللہ ﷺ اور ابتدائی مسلمانوں کو سماجی و معاشی دباؤ کا سامنا تھا۔ ایسے حالات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وسائل اور ان کی غیر متزلزل حمایت نے دعوتِ اسلام کے لیے مضبوط پشت پناہی فراہم کی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ خواتین کا دعوتی کردار صرف براہِ راست وعظ و تبلیغ تک محدود نہیں۔ مالی وسائل کی فراہمی، داعی کی حوصلہ افزائی، مشکل حالات میں ثابت قدمی اور دعوتی مشن کی عملی معاونت بھی خدمتِ دین کی اہم صورتیں ہیں۔ اسی بنا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اسلامی تاریخ میں خواتین کی دعوتی خدمات کا ایک بنیادی اور قابلِ تقلید نمونہ قرار پاتا ہے۔

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی، تعلیمی اور دینی خدمات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عہدِ نبوی ﷺ کی ان ممتاز خواتین میں شمار ہوتی ہیں جنہوں نے اسلامی دعوت کو علمی، تعلیمی اور فقہی بنیادوں پر آگے بڑھانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قریبی تعلق کی وجہ سے انہیں آپ ﷺ کی خانگی زندگی، عبادات، اخلاق، معاشرت اور متعدد شرعی احکام کا براہِ راست مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ بعد ازاں انہوں نے اس علمی سرمایہ کو امت تک منتقل کیا۔ ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے، جبکہ اکابر صحابہ اور

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

تابعین بھی دینی و فقہی مسائل میں ان سے استفادہ کرتے تھے۔ اس طرح ان کی علمی خدمت نے اسلامی تعلیمات کے تحفظ کے ساتھ ان کی صحیح تفہیم اور آئندہ نسلوں تک منتقلی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی مقام کے بارے میں فرماتے ہیں:

»مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا«[9]

ترجمہ: ''ہم اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی کسی حدیث کے بارے میں کوئی دشواری پیش آئی اور ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق پوچھا تو ہمیں ان کے پاس اس کے بارے میں ضرور علم ملا۔''

یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی مقام کی اہم شہادت ہے۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں صرف خواتین شامل نہیں تھیں بلکہ جلیل القدر صحابہ اور بعد کی نسل کے اہلِ علم بھی ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کی علمی شخصیت روایتِ حدیث تک محدود نہیں تھی؛ وہ فقہی استنباط، قرآن فہمی، فرائض، عربی زبان، شعر اور بعض دیگر علوم میں بھی معروف تھیں۔ ان کی علمی مجالس نے بالخصوص مدینہ منورہ میں ایسا تعلیمی ماحول قائم کیا جس کے ذریعے نبوی علم کی ایک بڑی مقدار آئندہ نسلوں تک منتقل ہوئی۔

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے ان کے علمی مقام کے بارے میں فرمایا:

»مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِفِقْهٍ وَلَا بِطِبٍّ وَلَا بِشِعْرٍ مِنْ عَائِشَةَ«[10]

ترجمہ: ''میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر فقہ، طب اور شعر کا علم رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی عظمت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ وہ محض روایات نقل نہیں کرتی تھیں بلکہ ان کے مفہوم، سیاق اور شرعی دلالت کو بھی واضح کرتی تھیں۔ اگر کسی روایت کے فہم میں اشکال پیدا ہوتا تو وہ قرآن، سنت اور اپنے براہِ راست مشاہدے کی بنیاد پر اس کی توضیح کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی علمی میراث حدیث اور فقہ دونوں کی تشکیل میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

خواتین کی دینی تعلیم کے حوالے سے بھی ان کا کردار خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار کی خواتین کے جذبۂ علم کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

»نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ، لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ«[11]

ترجمہ: ''انصار کی عورتیں کتنی اچھی عورتیں تھیں کہ حیا انہیں دین کی سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکتی تھی۔''

یہ قول عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کے علمی ماحول کو نمایاں کرتا ہے۔ دینی مسائل سیکھنے، سوال کرنے اور شرعی احکام کی صحیح معرفت حاصل کرنے کو خواتین کے لیے باعثِ عیب نہیں سمجھا گیا، بلکہ ان کے علمی شوق کی تحسین کی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود اسی علمی روایت کی سب سے نمایاں نمائندہ بنیں۔

اس اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دعوتی خدمت کا بنیادی میدان علم اور تعلیم تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہونے والے علمی ذخیرے کو محفوظ کیا، اس کی تشریح کی اور اسے مرد و خواتین دونوں تک منتقل کیا۔ ان کی زندگی اس حقیقت کی مضبوط تاریخی دلیل فراہم کرتی ہے کہ اسلام کی تبلیغ میں خواتین کا کردار صرف مالی معاونت یا عملی قربانی تک محدود نہیں، بلکہ تدریس، تحقیق، فقہی بصیرت، روایتِ حدیث اور تربیتِ نسل کے ذریعے بھی اسلامی دعوت کو صدیوں تک مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔

3۔ صحابیات رضی اللہ عنہن کی تبلیغِ اسلام، عبادات اور سماجی خدمت میں عملی شرکت

عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کی دینی خدمات چند ممتاز شخصیات تک محدود نہیں تھیں، بلکہ متعدد صحابیات رضی اللہ عنہن نے اپنے اپنے حالات اور صلاحیتوں کے مطابق اسلامی معاشرے کی علمی، دعوتی، رفاہی اور سماجی تشکیل میں حصہ لیا۔ خواتین رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست دینی مسائل دریافت کرتی تھیں، دینی مجالس میں شریک ہوتی تھیں، دوسری خواتین تک احکام پہنچاتی تھیں اور ضرورت کے مواقع پر اجتماعی خدمت میں بھی حصہ لیتی تھیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابتدائی مسلم معاشرے میں خواتین کی دینی تربیت کو ان کی ذاتی اصلاح تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ ان کے علم اور صلاحیتوں سے اجتماعی سطح پر بھی فائدہ اٹھایا گیا۔

خواتین میں حصولِ علم کا شوق اس قدر نمایاں تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے لیے مستقل تعلیمی وقت مقرر کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خواتین نے عرض کیا:

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

»غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ«[12]

ترجمہ: ’’مرد ہم سے بڑھ کر آپ کے پاس رہتے ہیں، لہٰذا ہمارے لیے بھی اپنی طرف سے ایک دن مقرر فرما دیجیے۔ ‘‘

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک دن مقرر فرمایا، جس میں آپ ﷺ انہیں دینی تعلیم اور نصیحت فرماتے تھے۔ یہ روایت خواتین کی دینی تعلیم کے لیے باقاعدہ اہتمام کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ خواتین محض عمومی اجتماعات سے استفادہ کرنے پر اکتفا نہیں کرتی تھیں بلکہ اپنے مخصوص مسائل اور دینی ضروریات کے لیے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کرتی تھیں۔ یہی علمی تربیت آگے چل کر خواتین کے ذریعے خاندانوں اور معاشرے میں اسلامی تعلیمات کی منتقلی کا ذریعہ بنی۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کی خدمات کا ایک نمایاں میدان اجتماعی اور طبی خدمت بھی تھا۔ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

»كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحَى، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ«[13]

ترجمہ: ’’ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (غزوات میں) پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور شہداء کو مدینہ واپس لاتی تھیں۔ ‘‘

یہ روایت صحابیات کی منظم سماجی خدمت کا اہم ثبوت فراہم کرتی ہے۔ میدانِ جنگ میں ان کی شرکت کا بنیادی مقصد قتال نہیں بلکہ پانی کی فراہمی، زخمیوں کی تیمارداری اور دیگر ضروری خدمات انجام دینا تھا۔ اس نوعیت کی خدمات نے ابتدائی مسلم جماعت کی اجتماعی ضروریات پوری کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور یہ واضح کیا کہ خدمتِ خلق اور اجتماعی تعاون بھی دینی خدمت کے مؤثر میدان ہیں۔

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا اپنی عملی شرکت کے متعلق بیان کرتی ہیں:

»غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ، فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ، وَأُدَاوِي الْجَرْحَى، وَ أَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى«[14]

ترجمہ: ’’میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی۔ میں ان کے خیموں اور سامان کی دیکھ بھال کرتی، ان کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کا علاج کرتی اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔ ‘‘

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کی عملی خدمات وقتی یا اتفاقی نوعیت کی نہیں تھیں بلکہ بعض صحابیات نے متعدد مواقع پر باقاعدگی کے ساتھ یہ ذمہ داریاں انجام دیں۔ مریضوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال، خوراک کی تیاری اور دیگر معاون خدمات اسلامی معاشرے کی اجتماعی قوت کا حصہ تھیں۔ اس سے خواتین کے کردار کی وہ جہت سامنے آتی ہے جس میں دینی وابستگی کو انسانوں کی عملی خدمت کے ساتھ مربوط کیا گیا تھا۔

عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کی علمی اور دعوتی شرکت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ وہ شرعی مسائل کے بارے میں سوال کرنے اور اپنے حقوق سے متعلق احکام معلوم کرنے میں فعال تھیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک نہایت ذاتی نوعیت کے شرعی مسئلے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار کی خواتین کے اسی علمی رویے کی تحسین کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح دینی علم کے حصول میں شرعی حیا اور علمی سوال کے درمیان متوازن طرزِ عمل اختیار کیا جاتا تھا۔

مجموعی طور پر صحابیات رضی اللہ عنہن کی خدمات یہ ثابت کرتی ہیں کہ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین نے تبلیغِ اسلام کو صرف زبانی دعوت کے مفہوم میں نہیں لیا، بلکہ علم حاصل کرنے اور منتقل کرنے، خدمتِ خلق، مریضوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال، دینی احکام کی تفہیم اور مسلم معاشرے کی اجتماعی ضروریات پوری کرنے کے ذریعے بھی دین کی خدمت کی۔ ان کا یہ متنوع کردار اسلامی دعوت کے اس جامع تصور کی نمائندگی کرتا ہے جس میں علم، کردار، عبادت اور سماجی خدمت ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

مبحث سوم: اسلامی تاریخ اور تعلیمات میں خواتین کا علمی، سماجی اور دعوتی مقام

عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کی علمی، دعوتی اور سماجی شرکت نے بعد کی اسلامی تاریخ کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔ صحابیات رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کردہ دینی علم کو محفوظ کرنے اور آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا، جبکہ بعد کے ادوار میں بھی خواتین حدیث، فقہ، تعلیم، تربیت، خیرات اور سماجی خدمت کے مختلف میدانوں میں سرگرم رہیں۔ اسلامی تعلیمات میں عورت کی قدر و منزلت کا تعلق محض اس کے خاندانی کردار سے نہیں بلکہ اس کی انسانی کرامت، دینی ذمہ داری، علمی صلاحیت اور اخلاقی کردار سے بھی ہے۔ قرآن و سنت نے خواتین کے لیے مالی، ازدواجی، علمی اور معاشرتی حقوق متعین کیے اور انہیں دینی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

احکام کا براہِ راست مخاطب قرار دیا۔ اس تناظر میں خواتین کی دعوتی خدمات کا مطالعہ اسلامی تاریخ کے چند واقعات بیان کرنے تک محدود نہیں رہتا، بلکہ یہ واضح کرتا ہے کہ علم کی تحصیل و اشاعت، تربیتِ نسل، اصلاحِ معاشرہ اور خدمتِ انسانیت بھی دعوتِ دین کے بنیادی میدان ہیں۔

1۔ اسلامی تعلیمات میں خواتین کی عزت، حقوق اور دینی ذمہ داریاں

اسلام نے عورت اور مرد دونوں کو ایک ہی انسانی اصل سے پیدا ہونے والی مخلوق قرار دے کر انسانی کرامت کی مشترک بنیاد قائم کی۔ قرآنِ مجید ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ﴾[15]

ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔''

یہ آیت انسانی تخلیق کی وحدت کو نمایاں کرتی ہے۔ عورت کی قدر و منزلت کو کسی ثانوی انسانی حیثیت سے وابستہ کرنے کے بجائے قرآن اسے اسی انسانی اصل کا حصہ قرار دیتا ہے جس سے مرد کی تخلیق ہوئی۔ اس اصول کے نتیجے میں دینی جواب دہی، اخلاقی ذمہ داری اور اعمال کے اجر میں عورت بھی براہِ راست مخاطب قرار پاتی ہے۔

قرآنِ مجید مردوں اور عورتوں کی دینی و اخلاقی ذمہ داریوں اور اجر کو ایک جامع مقام پر بیان کرتا ہے:

﴿إِنَّ ٱلۡمُسۡلِمِينَ وَٱلۡمُسۡلِمَٰتِ وَٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡقَٰنِتِينَ وَٱلۡقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلۡخَٰشِعِينَ وَٱلۡخَٰشِعَٰتِ وَٱلۡمُتَصَدِّقِينَ وَٱلۡمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلۡحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمۡ وَٱلۡحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغۡفِرَةٗ وَأَجۡرًا عَظِيمٗا﴾[16]

ترجمہ: ''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت میں ایمان، عبادت، صدق، صبر، خشوع، صدقہ، روزہ، عفت اور ذکرِ الٰہی جیسے بنیادی دینی اوصاف میں مرد و عورت دونوں کو یکساں طور پر مخاطب کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کی روحانی ترقی اور دینی ذمہ داری کسی مرد کے واسطے سے قائم نہیں ہوتی بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ایمان اور اعمال کی جواب دہ ہے۔

اسلامی تعلیمات نے عورت کو معاشی حقوق بھی عطا کیے۔ قرآنِ مجید نے وراثت میں عورت کا باقاعدہ حصہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٞ مِّمَّا تَرَكَ ٱلۡوَٰلِدَانِ وَٱلۡأَقۡرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٞ مِّمَّا تَرَكَ ٱلۡوَٰلِدَانِ وَٱلۡأَقۡرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ أَوۡ كَثُرَۚ نَصِيبٗا مَّفۡرُوضٗا﴾[17]

ترجمہ: ''مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ؛ یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''

یہ حکم عورت کی مستقل مالی اور قانونی حیثیت کی واضح دلیل ہے۔ وراثت، مہر اور ملکیت جیسے حقوق نے عورت کو ایسا معاشی تحفظ فراہم کیا جس کے ذریعے وہ اپنی ملکیت رکھنے اور شرعی حدود کے اندر اس میں تصرف کرنے کی اہل قرار پاتی ہے۔ یہی مالی خود مختاری حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی خواتین کی تجارتی اور رفاہی خدمات کے تاریخی پس منظر کو سمجھنے میں بھی اہم ہے۔

اسی طرح اسلام میں مرد و عورت کے اجتماعی دینی تعلق کو خیر، اصلاح اور امر بالمعروف کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے:

﴿وَٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ بَعۡضٖۚ يَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓۚ﴾[18]

ترجمہ: ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں؛ وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔''

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

یہ آیت زیرِ بحث موضوع کے لیے خصوصی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اس میں مومن مردوں اور عورتوں دونوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اجتماعی ذمہ داری میں شریک قرار دیا گیا ہے۔ اس سے خواتین کے دعوتی کردار کی بنیادی شرعی جہت سامنے آتی ہے۔ اسلامی آداب اور شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ عورت علم کی اشاعت، اخلاقی تربیت، خاندان کی اصلاح، خواتین کی دینی تعلیم اور معاشرتی خیر کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

اس طرح اسلامی تعلیمات میں عورت کی عظمت محض نظری احترام تک محدود نہیں بلکہ اسے انسانی کرامت، روحانی جواب دہی، مالی حقوق اور اصلاحی ذمہ داریوں کے ایک مربوط نظام میں دیکھا گیا ہے۔ یہی اصول اسلامی تاریخ میں خواتین کی علمی اور دعوتی خدمات کے لیے بنیادی فکری و شرعی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

2۔ اسلامی تاریخ میں خواتین کی علمی، روحانی، سماجی اور دعوتی خدمات

اسلامی تاریخ میں خواتین کی خدمات عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد بھی علم، حدیث، فقہ، تعلیم، تزکیہ و تربیت اور خدمتِ معاشرہ کے مختلف میدانوں میں جاری رہیں۔ بالخصوص روایتِ حدیث میں خواتین نے قابلِ ذکر علمی مقام حاصل کیا اور متعدد خواتین محدثات سے اپنے عہد کے معروف علماء نے استفادہ کیا۔ اس تاریخی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں عورت کی علمی خدمت صرف حصولِ علم تک محدود نہیں رہی بلکہ تدریس، روایت، علمی اجازت اور تربیتِ طلبہ تک وسیع ہوئی۔ خواتین کی یہ علمی سرگرمیاں دراصل تبلیغِ دین کی ایک مؤثر صورت تھیں، کیونکہ ان کے ذریعے قرآن و سنت کی تعلیمات محفوظ ہوئیں اور ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی رہیں۔

تابعیہ حضرت عمرہ بنت عبد الرحمن رحمہا اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی فیض سے مستفید ہونے والی ممتاز خواتین میں شمار ہوتی ہیں۔ امام ذہبی نے ان کے علمی مقام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

»كَانَتْ عَالِمَةً فَقِيهَةً حُجَّةً، كَثِيرَةَ الْعِلْمِ«[19]

ترجمہ: ”وہ عالمہ، فقیہہ، حجت اور کثیر العلم خاتون تھیں۔“

حضرت عمرہ رحمہا اللہ کا علمی مقام اس اعتبار سے خصوصی اہمیت رکھتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث اور فقہی علم حاصل کیا اور اسے بعد کی نسلوں تک منتقل کیا۔ اس طرح عہدِ نبوی ﷺ میں قائم ہونے والی خواتین کی علمی روایت تابعین کے دور میں بھی جاری رہی۔ یہ علمی تسلسل واضح کرتا ہے کہ خواتین نے حدیثِ نبوی ﷺ کے ذخیرے کی حفاظت اور فقہی روایت کی تشکیل میں عملی حصہ لیا۔

بعد کے ادوار میں بھی خواتین محدثات سے بڑے بڑے علماء نے حدیث کا علم حاصل کیا۔ انہی ممتاز شخصیات میں کریمہ المروزیہ رحمہا اللہ کا نام نمایاں ہے، جو صحیح بخاری کی معروف راویہ اور اپنے زمانے کی جلیل القدر محدثہ تھیں۔ امام ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

»الشَّيْخَةُ، الْعَالِمَةُ، الْفَاضِلَةُ، الْمُسْنِدَةُ«[20]

ترجمہ: ”وہ شیخہ، عالمہ، فاضلہ اور بلند پایہ محدثہ تھیں۔“

کریمہ المروزیہ رحمہا اللہ کی علمی خدمات اس امر کا ثبوت ہیں کہ خواتین اسلامی علمی روایت میں معتبر اساتذہ کے مقام تک پہنچیں۔ صحیح بخاری جیسے بنیادی حدیثی مجموعے کی روایت اور تدریس سے ان کی وابستگی خواتین کی علمی شرکت کی وسعت کو نمایاں کرتی ہے۔ ان سے مرد علماء نے بھی استفادہ کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی اہلیت اور روایت کی ثقاہت کو اسلامی علمی روایت میں بنیادی اہمیت حاصل تھی۔

اسی طرح امّ الدرداء الصغریٰ رحمہا اللہ فقہ و علم میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔ امام ذہبی نے ان کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے:

»السَّيِّدَةُ، الْعَالِمَةُ، الْفَقِيهَةُ«[21]

ترجمہ: ”وہ معزز خاتون، عالمہ اور فقیہہ تھیں۔“

امّ الدرداء رحمہا اللہ کی علمی زندگی اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ خواتین نے فقہی بصیرت اور تدریسی خدمات کے ذریعے بھی اسلامی معاشرے کی علمی تشکیل میں حصہ لیا۔ خواتین محدثات اور فقیہات کی یہ روایت مختلف صدیوں تک جاری رہی اور اس نے حدیث، فقہ اور اسلامی تعلیم کے علمی سرمائے کی حفاظت میں اہم کردار ادا کیا۔

خواتین کی سماجی اور دعوتی خدمات صرف رسمی تدریس تک محدود نہیں تھیں۔ گھریلو تربیت، اولاد کی دینی و اخلاقی پرورش، خیراتی سرگرمیاں، ضرورت مندوں کی مدد اور معاشرے میں دینی شعور کی منتقلی بھی ان کے کردار کے اہم پہلو تھے۔ اسلامی تہذیب میں خاندان پہلی تربیت گاہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے ایک تعلیم یافتہ اور دینی شعور رکھنے والی خاتون کا اثر صرف اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ آئندہ نسلوں کی فکری اور اخلاقی تشکیل تک منتقل ہوتا ہے۔

اس تاریخی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی علمی روایت میں خواتین محض علم کی سامع یا مستفید ہونے والی نہیں رہیں، بلکہ راویات، محدثات، فقیہات اور معلمات کی حیثیت سے بھی سامنے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شروع ہونے والی مضبوط علمی روایت کو بعد کی خواتین علماء نے آگے بڑھایا۔ اس طرح حدیث کی روایت، دینی تعلیم، تربیتِ نسل اور سماجی خدمت خواتین کی جانب سے تبلیغِ اسلام کے ایسے مؤثر ذرائع بنے جن کے اثرات اسلامی علمی و تہذیبی تاریخ میں نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

3۔ عصرِ حاضر میں خواتین کے دعوتی کردار کی اہمیت اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں اس کے تقاضے

عصرِ حاضر میں ذرائع ابلاغ، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، جامعات، تعلیمی اداروں اور سماجی روابط کی وسعت نے دعوتِ دین کے میدان میں نئے امکانات پیدا کیے ہیں۔ خواتین معاشرے اور بالخصوص نئی نسل کی فکری، اخلاقی اور دینی تشکیل میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دینی تعلیم، خاندانی تربیت، تدریس، تحقیق، تحریر، سماجی خدمت اور خواتین سے متعلق شرعی مسائل کی صحیح تفہیم ایسے میدان ہیں جن میں علمی استعداد رکھنے والی مسلم خواتین کی خدمات خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ تاہم یہ کردار محض سرگرمی کا نام نہیں بلکہ صحیح علم، حکمت، اخلاص، حسنِ اخلاق اور شرعی آداب کا پابند ہونا چاہیے۔

دعوت کے بنیادی منہج کے متعلق قرآنِ مجید ارشاد فرماتا ہے:

﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾[22]

ترجمہ: ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے ایسے طریقے سے گفتگو کیجیے جو سب سے بہتر ہو۔“

یہ آیت دعوت کے لیے حکمت، حسنِ خطاب اور موزوں اسلوب کی بنیادی اہمیت واضح کرتی ہے۔ موجودہ دور میں یہ اصول مزید اہم ہو جاتا ہے، کیونکہ دعوت اب مسجد، مدرسہ یا روایتی مجلس تک محدود نہیں رہی بلکہ سوشل میڈیا، آن لائن تدریس، تحقیقی جرائد، تعلیمی اداروں اور مختلف ابلاغی پلیٹ فارمز تک پھیل چکی ہے۔ ان ذرائع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خواتین قرآن و سنت کی مستند تعلیم، خاندانی اصلاح، اخلاقی تربیت اور خواتین کے دینی مسائل کے بارے میں علمی رہنمائی فراہم کر سکتی ہیں۔ تاہم ڈیجیٹل ذرائع کی وسعت کے ساتھ غیر مصدقہ معلومات کی اشاعت کا خطرہ بھی بڑھ گیا ہے، اس لیے دعوتی مواد میں علمی تحقیق اور صحتِ معلومات بنیادی شرط ہونی چاہیے۔

دعوتی ذمہ داری کا دوسرا اہم تقاضا یہ ہے کہ بات علم اور تحقیق کی بنیاد پر کی جائے۔ قرآنِ مجید کا اصول ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا﴾[23]

ترجمہ: ”اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں؛ بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب کے بارے میں باز پرس ہو گی۔“

یہ قرآنی اصول عصرِ حاضر کی دعوت کے لیے خصوصی معنویت رکھتا ہے۔ سوشل میڈیا پر دینی اقوال، احادیث، فقہی احکام اور تاریخی واقعات تیزی سے نشر ہوتے ہیں، لیکن ان میں سے ہر چیز مستند نہیں ہوتی۔ خواتین سمیت ہر داعی کے لیے ضروری ہے کہ دینی مواد نشر کرنے سے پہلے اس کے ماخذ، صحت اور مفہوم کی تحقیق کرے۔ علمی دیانت کے بغیر کیا جانے والا دعوتی کام اصلاح کے بجائے غلط فہمیوں کا سبب بن سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے علم کی منتقلی اور تبلیغ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً»[24]

ترجمہ: ”میری طرف سے پہنچاؤ، خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔“

اس حدیث سے تبلیغِ دین کی اہمیت سامنے آتی ہے، تاہم اس ذمہ داری کو دیگر نصوص میں بیان کردہ علمی احتیاط کے ساتھ سمجھنا ضروری ہے۔ جو بات یقینی اور مستند طور پر معلوم ہو، اسے صحیح مفہوم اور مناسب اسلوب کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا دعوت کا مؤثر ذریعہ ہے۔ خواتین اپنے علمی تخصص اور دائرۂ کار کے مطابق تعلیمِ قرآن، حدیث، سیرت، اخلاق، تربیتِ اولاد اور خاندانی مسائل میں نمایاں خدمت انجام دے سکتی ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

عصرِ حاضر میں خواتین کی دعوتی خدمت کا ایک اہم میدان عملی کردار بھی ہے۔ ایک داعیہ کا اخلاق، معاملات، امانت، دیانت اور دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک اس کی دعوت کے اثر کو بڑھاتا ہے۔ بالخصوص خاندان اور تعلیمی ماحول میں خواتین کا کردار اس اعتبار سے اہم ہے کہ ان کی تربیت اور رہنمائی کا اثر نئی نسل کی شخصیت پر براہِ راست پڑتا ہے۔ اس لیے دعوت کو محض تقریر یا تحریر تک محدود کرنے کے بجائے کردار، تربیت اور خدمتِ انسانیت کے ساتھ مربوط کرنا ضروری ہے۔

مجموعی طور پر عصرِ حاضر کی مسلم خواتین کے لیے دعوت کے میدان میں وسیع مواقع موجود ہیں، لیکن ان مواقع سے مؤثر استفادے کے لیے علم، حکمت، شرعی آداب، اعتدال اور علمی دیانت ناگزیر ہیں۔ عہدِ نبوی ﷺ کی صحابیات اور بعد کے ادوار کی عالمات کی علمی و عملی خدمات یہ رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ خواتین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر تعلیم، تحقیق، تربیت اور سماجی اصلاح کے ذریعے دعوتِ اسلام میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اس طرح خواتین کا معاصر دعوتی کردار اسلامی تاریخی روایت کا تسلسل بھی بن سکتا ہے اور موجودہ معاشرے کی فکری و اخلاقی ضروریات کی تکمیل کا مؤثر ذریعہ بھی۔

خلاصۂ بحث

زیرِ نظر تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی اشاعت، حفاظت اور علمی و سماجی تشکیل میں خواتین کا کردار ابتدا ہی سے نمایاں اور کثیر الجہت رہا ہے۔ حضرت آسیہ علیہا السلام کی حق پر استقامت اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے توکل، قربانی اور عملی جدوجہد نے خواتین کے ایمانی کردار کے ایسے نمونے پیش کیے جو بعد کی دینی تاریخ کے لیے رہنما بنے۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے شدید ظلم کے باوجود ایمان پر ثابت قدم رہ کر دعوتِ اسلام کی خاطر عظیم قربانی پیش کی۔ عہدِ نبوی ﷺ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایمانی، نفسیاتی اور مالی معاونت نے ابتدائی دعوت کو مضبوط سہارا فراہم کیا، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایتِ حدیث، فقہی بصیرت، تدریس اور دینی رہنمائی کے ذریعے اسلامی علم کی حفاظت و اشاعت میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی حصولِ علم، تعلیم، مریضوں اور زخمیوں کی خدمت اور مختلف اجتماعی ضروریات کی تکمیل کے ذریعے مسلم معاشرے کی تعمیر میں حصہ لیا۔ بعد کے اسلامی ادوار میں عمرہ بنت عبد الرحمن، امّ الدرداء اور کریمہ المروزیہ رحمہن اللہ جیسی خواتین نے حدیث، فقہ اور تدریس کی روایت کو آگے بڑھایا۔ اس مطالعے سے یہ نتیجہ بھی سامنے آتا ہے کہ خواتین کی تبلیغی خدمات کو صرف وعظ و خطاب تک محدود نہیں کیا جا سکتا؛ تعلیم و تحقیق، تربیتِ نسل، علمی تصنیف، مالی تعاون، حسنِ کردار اور سماجی خدمت بھی دعوتِ اسلام کی مؤثر صورتیں ہیں۔ عصرِ حاضر میں جدید ذرائع ابلاغ اور تعلیمی وسائل نے خواتین کے لیے دعوت و اصلاح کے نئے مواقع پیدا کیے ہیں، تاہم ان سے استفادہ مستند دینی علم، حکمت، علمی دیانت، اعتدال اور شرعی آداب کے ساتھ ہونا چاہیے۔ یوں اسلامی تاریخ میں خواتین کی خدمات ماضی کا محض تاریخی باب نہیں بلکہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لیے دعوت، علم، تربیت اور اصلاحِ معاشرہ کا ایک مؤثر عملی نمونہ ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1. Sūrat al-Taḥrīm, 66:11.
2. Sūrat Ibrāhīm, 14:37.
3. Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyāʾ, Bāb Qawl Allāh Taʿālā: ﴿وَٱتَّخَذَ ٱللَّهُ إِبۡرَٰهِيمَ خَلِيلٗا﴾, Ḥadīth no. 3364.
4. Sūrat al-Baqarah, 2:158.
5. Sulaymān ibn Aḥmad al-Ṭabarānī, al-Muʿjam al-Awsaṭ (Cairo: Dār al-Ḥaramayn, 1995), 4:26.
6. Muḥammad ibn Isḥāq, al-Sīrah al-Nabawiyyah, ed. Aḥmad Farīd al-Mazīdī (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2004), 1:234–35.
7. Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb Badʾ al-Waḥy, Bāb Kayfa Kāna Badʾ al-Waḥy ilā Rasūl Allāh ﷺ, Ḥadīth no. 3.
8. Aḥmad ibn Ḥanbal, al-Musnad, ed. Shuʿayb al-Arnaʾūṭ et al. (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 2001), 41:356–57.
9. Muḥammad ibn ʿĪsā al-Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, Kitāb al-Manāqib, Bāb Faḍl ʿĀʾishah, Ḥadīth no. 3883.
10. Shams al-Dīn al-Dhahabī, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ, ed. Shuʿayb al-Arnaʾūṭ (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1985), 2:185.

11. Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Ḥayḍ, Bāb Istihbāb Istiʿmāl al-Mughtasilah min al-Ḥayḍ Furṣatan min Misk, Ḥadīth no. 332.
12. Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-ʿIlm, Bāb Hal Yujʿalu lil-Nisāʾ Yawm ʿalā Ḥidah fī al-ʿIlm, Ḥadīth no. 101.
13. Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Jihād wa al-Siyar, Bāb Mudāwāt al-Nisāʾ al-Jarḥā fī al-Ghazw, Ḥadīth no. 2882.
14. Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Jihād wa al-Siyar, Bāb al-Nisāʾ al-Ghāziyāt Yurwaḍ Lahunna wa-lā Yusahham, Ḥadīth no. 1812.
15. Sūrat al-Nisāʾ, 4:1.
16. Sūrat al-Aḥzāb, 33:35.
17. Sūrat al-Nisāʾ, 4:7.
18. Sūrat al-Tawbah, 9:71.
19. Shams al-Dīn al-Dhahabī, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ, 4:508.
20. Al-Dhahabī, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ, 18:233.
21. Al-Dhahabī, Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ, 4:277.
22. Sūrat al-Naḥl, 16:125.
23. Sūrat al-Isrāʾ, 17:36.
24. Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb Aḥādīth al-Anbiyāʾ, Bāb Mā Dhukira ʿan Banī Isrāʾīl, Ḥadīth no. 3461.